89595- کسی معاملہ پر طلاق معلق کی اور اس سے کچھ استثناء کی نیت کرلی

سوال

میں ایک عرب ملک میں رہائش پذیر ہوں، لیکن میری بیوی اور دو بیٹیاں اپنے خاندان کے ساتھ اپنے ملک میں رہتی ہیں جہاں میرے والد صاحب ان کی دیکھ بھال اور خیال کرتے ہیں، میں نے ٹیلی فون پر غصہ کی حالت میں اپنے والد صاحب سے کہا کہ (میری بیوی کو یہ بات پہنچا دیں کہ اگر اس نے اس وقت تک یہ کام نہ کیا تو اسے طلاق ہو جائیگی) اس سے دھمکانا مراد نہ تھا بلکہ طلاق کی نیت تھی.

کچھ عرصہ بعد میں نے ٹیلی فون کر کے دریافت کیا کہ آیا اس نے ایسا کیا ہے تو والد صاحب نے جواب دیا "نہیں "کیونکہ میں نے اسے وہ کام نہ کرنے کا کہا اس لیے کہ بیٹیوں اور میری والدہ کے لیے نقصاندہ تھا، تو میں نے انہیں کہا ابو جان آپ نے تو میری قسم توڑ دی.

یہ علم میں رہے کہ میں نے جو کچھ کہا تھا کہ اس فعل سے طلاق ہو جائیگی، اور اس سے عمومی طور پر نیت میں یہ استثناء کیا تھا کہ (جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرے اور قانون کے مخالف ہو اور اس پر والدین اعتراض کرتے ہوں) لیکن زبان سے میں نے یہ نہیں کہا تھا.

اور سائل سے دریافت کیا گیا کہ : آیا اس نے والدین کے اعتراض والی چیز کا بالفعل استثناء کرنے کی نیت کی تھی ؟

تو سائل نے بتایا کہ وہ اپنے والد کے ساتھ حسن سلوک کرتا اور اس کی اطاعت کرتا ہے، اور اگر اس کے والد نے اس کلام پر اعتراض کیا ہوتا تو وہ اپنے والد کی بات تسلیم کر لیتا، لیکن اس کا والد اس پر موافق تھا پھر بعد میں اس نے اپنی رائے تبدیل کرلی، اس کا حکم کیا ہوگا ؟

پسندیدہ جواب

اول :

آپ کا اپنی بیوی کے متعلق یہ کہنا
کہ : "اگر اس نے ایسا نہ کیا تو اسے طلاق " یہ معلق طلاق کہلاتی ہے جمہور فقہاء کے
ہاں جب شرط پائی جائے تو اسے طلاق ہو جائیگی.

لیکن بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اگر اس
سے طلاق کی نیت ہو تو پھر طلاق ہوگی، اور اگر اس سے دھمکانا مراد ہو یا پھر کسی کام
کی ترغیب دلانا یا کسی کام سے روکنا مراد ہو تو یہ قسم کہلاتی ہے، اس میں قسم کا
کفارہ لازم آئیگا، اور اس لیے کہ آپ نے طلاق کی نیت کی تھی دھمکانے کی نہیں تو سب
کے ہاں طلاق واقع ہو جائیگی.

دوم :

اس باب میں نیت کا اعتبار کرتے ہوئے
عام لفظ خاص کیا جائیگا، اور مطلق کو مقید، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ الفاظ کے ساتھ ہو،
چنانچہ اگر آپ نے اپنی بیوی سے کہا : اگر وہ ایسا نہ کرے تو اسے طلاق، اور آپ کی نیت
یہ تھی کہ اگر اسے والد صاحب منع کریں تو پھر طلاق، اور والد نے اسے منع کیا، اس
لیے اس نے نہ کیا تو اسے طلاق نہیں ہوگی.

یہ تو انسان اور اس کے رب کے درمیان
ہے، رہا قضاء میں یعنی عدالتی فیصلہ میں کہ آیا اس کا یہ قول قبول کیا جائیگا یا
نہیں تو اس میں فقہاء کرام کا اختلاف پایا جاتا ہے.

ابن قدامہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے
کہ : عام لفظ کی نیت کے ساتھ تخصیص کرنا جائز اور مقبول ہے، جیسا کہ اگر کسی نے کہا
میری عورتوں کو طلاق وہ اس سے کچھ بیویوں کو طلاق کی نیت رکھتا ہو تو یہ صحیح ہے،
اور اس کی نیت سے الفاظ کو اس کے ارادہ پر محمول کیا جائیگا اور جس کا وہ ارادہ نہ
رکھتا ہو وہ قبول کیا جائیگا.

اس کی شرط یہ ہے کہ نیت الفاظ کے ساتھ
ہی ملی ہوئی ہو (یعنی جب الفاظ بولے جائیں تو نیت بھی اسی وقت ہو) لیکن اگر الفاظ
کے بعد تاخیر سے نیت کی جائے اور وہ کہے : میری عورتوں کو طلاق پھر فارغ ہونے کے بعد
اپنے دل میں کہے کچھ کو تو اس کی یہ نیت فائدہ مند نہیں ہوگی اور سب کو طلاق ہو
جائیگی...

اور اسی طرح یہ بھی ہے کہ جب کسی نے
کسی وقت یا حالت کی تخصیص کی نیت کی ہو مثلا وہ کہے : تجھے طلاق اور نیت یہ ہو کہ
اگر تم گھر داخل ہوئی، یا پھر ایک ماہ بعد تو بھی اس کے قول کو قبول کیا جائیگا اور
الفاظ کو نیت کے ساتھ خاص کیا جائیگا"

دیکھیں : المغنی (319/7).

آپ کے سوال اور پھر آپ سے دریافت کرنے
پر ہمیں تو یہی ظاہر ہوا ہے کہ آپ نے اپنے والدین کو ناراض کرنے والے عمل کا

استثناء نہیں کیا، بلکہ آپ نے تو یہ کہا کہ اگر میرے والد صاحب نے مجھ پر اعتراض کیا ہوتا تو میں ان کی موافقت کرتا، اوراس طرح کی چیز استثناء نہیں ہوتی، ابن قدامہ کی کلام میں بیان ہو چکا ہے کہ جب کلام سے استثناء متاخر ہو تو وہ صحیح نہیں ہوگا.

اس بنا پر یہ طلاق واقع ہو چکی ہے
اگر تو یہ پہلی یا دوسری طلاق تھی تو آپ جتنی جلدی ہوسکتے عدت ختم ہونے سے قبل رجوع کرلیں.

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمارے
اور سب مسلمانوں کے حالات کی اصلاح فرمائے.

واللہ اعلم.